۲- کفّارہ

عیسائی الٰہیات کے مطابق گناہ عالمگیر ہے۔ دُنیا میں کوئی ایسا راست باز نہیں جو ہمیشہ نیکی کرتا رہے اور اس سے خطا سرزد نہ ہو۔ نیز گناہ اس قدر سنگین ہے کہ یہ بندے اور خدا کے درمیان جُدائی کر دیتا ہے۔ اور بندہ اس بات پر ہرگز قادر نہیں کہ گناہ کو ختم کر سکے۔ اس لیے کسی اور کفّارے کی ضرورت ہے اور گناہوں کا یہ کفّارہ حضرت عیسیٰؑ کا بیش قیمت خون بہا کر ادا کیا گیا۔

یہوواہ وِٹنسز کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی قربانی کسی بھی انسان کے لیے نہ ہمیشہ کی زندگی کی ضمانت ہے اور نہ کسی انسان کے لیے باعثِ برکت ہے بلکہ اس نے انسان کو نجات کے لیے ایک اور موقع فراہم کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں عیسائی تصوّر کے مطابق حضرت آدمؑ کے گناہ سے جو زندگی کھو گئی تھی، حضرت عیسیٰؑ کا کفّارہ اُس زندگی کو مسلسل قائم رکھنے کا حق دیتا ہے، لیکن نجات نہیں بخشتا۔ انسان اپنے نیک اعمال ہی سے نجات پا سکتا ہے۔

۳- قیامت اور حضرتِ عیسیٰؑ کی آمدِ ثانی

عیسائی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب سے اتارے جانے کے بعد دفنائے گئے اور تیسرے روز قبر سے جی اٹھے۔ چند روز اپنے حواریوں کے ساتھ رہے اور پھر آسمان پر چلے گئے۔ وہ خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہیں اور آخری زمانے میں واپس دُنیا میں آئیں گے۔

یہوواہ وِٹنسز حضرت عیسیٰؑ کے جسمانی طور پر جی اٹھنے کا انکار کرتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ "خدا نے جیسے موسیٰؑ کے جسم کو غائب کر دیا تھا، ویسے ہی مسیح کے جسم کو بھی۔ حضرت عیسیٰؑ بطور انسان کے قتل ہوئے اور بطور ایک اعلیٰ روح کے مُردوں میں سے جلا دیے گئے۔" اس لیے حضرت عیسیٰؑ کی آمدِ ثانی جسمانی طور پر نہیں بلکہ روحانی طور پر ہوگی اور یہ غیر مرئی ہے۔

یہوواہ وِٹنسز ۱۸۷۴ء سے حضرت عیسیٰؑ کی آمدِ ثانی کا اعلان کر رہے ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰؑ کی موجودگی کے دلائل میں کہتے ہیں کہ ۱۹۱۴ء سے دُنیا میں تباہی کا آغاز ہو چکا ہے۔ نیز اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کی آمدِ ثانی کی وسیع پیمانے پر منادی ہوئی ہے۔ ہر طرف سے مخالفت کے باوجود اتنے بڑے پیمانے پر منادی محض توفیقِ خداوندی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی آمدِ ثانی کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے ماننے والوں اور دوسرے لوگوں کو الگ الگ کر دیں گے۔ اُن کے پیروکار آرام و سکون کی زندگی کے مستحق ہوں گے اور انکار کرنے والے ایسی ہیبت ناک جہنم کے سپرد کر دیے جائیں گے جہاں ہمیشہ آگ لپٹیں مارتی ہے۔

یہوواہ وِٹنسز کو اس عقیدے سے اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دُنیا کی عمر سات سو سال ہے۔

آخری ایک ہزار سال کا عرصہ عدالت کا دن ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے سے دُنیا پر شیطان کی حکومت قائم ہو گئی تھی۔ اب جب کہ حضرت عیسیٰؑ واپس آ چکے ہیں، خدائی بادشاہت کا زمانہ شروع ہو گیا ہے۔ خدا اپنی فوجوں کو جمع کر رہا ہے اور شیطان ان کے بالمقابل اپنی تیاریوں میں مصروف ہے۔ کچھ عرصے بعد خدا اور شیطان کی فوجوں کے درمیان جنگ ہوگی۔ یہی جنگ ہے جسے "یوحنا عارف کے مکاشفے" میں ہر مجدون کا نام دیا گیا ہے۔[14] خدا کی فوجوں کی کمان حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ میں ہوگی۔ ہر مجدون میں شیطان کو شکست ہوگی اور اُس کے ساتھی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ خدا کی بادشاہت قائم ہو گی اور اتنی مستحکم ہوگی کہ اِس میں کبھی کمزوری نہ پیدا ہوگی۔ ہر مجدون میں کامیابی و کامرانی کے بعد حضرت عیسیٰؑ اپنے "جسم" سمیت آسمانی بادشاہت میں داخل ہو جائیں گے۔ "جسم" سے مراد "مکاشفہ" میں دی گئی ایک لاکھ چوالیس ہزار متبعین کی تعداد ہے۔

یہوواہ وٹنسز کے بیان کے مطابق اُن کی اپنی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار سے کہیں زیادہ ہے۔ مگر حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ خدا کی بادشاہت میں تو مقرر شدہ تعداد ہی داخل ہو سکے گی۔ جو لوگ بچ جائیں گے وہ اِس زمین پر رہیں گے اور پُرمسرت زندگی گزاریں گے۔

متفرق اختلافات

بنیادی عقائد اور اُن کی تعبیر سے ہٹ کر یہوواہ وٹنسز نے بعض دوسرے مسائل میں بھی جُداگانہ نقطۂ نظر اختیار کیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ لوگ اپنے ملک کے جھنڈے کو اس لیے سلامی نہیں دیتے کہ اس سے بُت پرستی کا اظہار ہوتا ہے۔ بائبل کی تعلیم یہ ہے کہ "تو اپنے لیے کوئی بُت نہ تراش، تو کبھی اُن کے سامنے نہ تو سجدہ کر، اور نہ اُن کی عبادت کر۔"[15] اسی تعلیم کے پیش نظر پنسلوانیا کے ایک اسکول میں یہوواہ وٹنسز کے بچوں نے قومی جھنڈے کو سلامی دینے سے انکار کر دیا تھا اور جب ان بچوں کو اسکول سے نکال دیا گیا تو معاملہ عدالت تک پہنچا اور بالآخر اُن کے اِس مذہبی حق کو تسلیم کر لیا گیا کہ اُنہیں جھنڈے کو سلامی دینے کی ضرورت نہیں۔[16]

یہوواہ وٹنسز کا ہر فرد اپنے آپ کو مبلّغ قرار دیتا ہے۔ اِس لیے اُن کا مطالبہ یہ بھی رہا ہے کہ امریکہ میں جس طرح بعض دوسرے مقرّر شدہ دینی رہنماؤں کو لازمی فوجی بھرتی کے قانون سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، اِسی طرح وہ بھی مستثنیٰ قرار دیے جائیں۔[17]

یوم سبت کے بارے میں عیسائی فرقوں میں باہم اختلاف موجود ہے۔ عام عیسائی آبادی اتوار کو "یوم السبت" قرار دیتے ہوئے اس روز کوئی کام نہیں کرتی۔ بعض اتوار کی بجائے "ہفتہ" کے روز کو یہی اہمیت دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے برعکس یہوواہ وٹنسز اتوار کو گھر گھر جا کر تبلیغ کرتے ہیں اور لٹریچر بیچتے ہیں۔ "سبت" کی تشریح عام عیسائیوں کے نزدیک یہ ہے کہ یہ ہفتے میں ایک دن ہے۔ یہوواہ وٹنسز کے نزدیک "سبت" ہفتے کا چوبیس گھنٹے والا دن نہیں بلکہ یہ اُس طوالت کا دن ہے جس طوالت

کے وہ چھ دن تھے جن میں خدا نے کائنات کی تخلیق کی اور ساتویں دن آرام کیا۔ یہوواہ وٹنسز کی جمع تفریق کے پیش نظر تخلیق کائنات اور آرامِ خداوندی کے ان سات دنوں میں سے ہر ایک دن سات سو سال کا تھا۔ انسان کی تخلیق چھٹے دن کے آخری حصے میں ہوئی یعنی زمین کی تخلیق کے ۴۲۰۰ سال بعد انسان وجود میں آیا۔ سات روز کا دور جسے ۴۹۰۰ سال میں پورا ہونا ہے، اس دور کی تکمیل میں صرف ایک ہزار سال یا اس کے لگ بھگ عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ اس عرصے کے خاتمے پر لوگ اپنی تخلیق کی تکمیل کو پہنچ جائیں گے اور یہوواہ کی برکات سے بہرہ اندوز ہو کر پاکیزہ ہو جائیں گے۔

یہوواہ وٹنسز بے قراری کے ساتھ ہر مجددن کا انتظار کر رہے ہیں اس لیے وہ کسی بھی موجودہ حکومت کو صحیح حکومت خیال نہیں کرتے۔ وہ ان میں سے ہر ایک کو تباہ ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے کئی ممالک میں اُن کی وفاداری پر شک کیا جاتا ہے اور اُنہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہوواہ وٹنسز کا انداز تبلیغ

یہوواہ وٹنسز کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر عیسائی تبلیغ کرنے کا ذمہ دار ہے اور جو یہ ذمہ داری ادا نہیں کرتا وہ یہوواہ وٹنسز میں شامل نہیں ہو سکتا۔ ہر یہوواہ وٹنس تبلیغ کرتا ہے مگر تعلیم و تربیت اور استعداد و صلاحیت کے اعتبار سے بعض دوسروں سے بہتر کارکن ہوتے ہیں۔ انہیں بالخصوص قولی تبلیغ پر مامور کیا جاتا ہے اور اُن سے وسیع تر حلقے میں کام لیا جاتا ہے۔

ان لوگوں کا خیال ہے کہ گرجوں میں جانے سے ہر شخص کو خدا کا پیغام نہیں پہنچایا جا سکتا۔ اس لیے یہ لوگ نہ گرجے بناتے ہیں اور نہ اپنے آپ کو گرجوں کے اجتماعات تک محدود رکھتے ہیں۔ چوراہوں، بازاروں، گاڑیوں میں اور گھر گھر دروازے کھٹکھٹا کر زبانی بات چیت کرتے ہیں اور اپنا لٹریچر فروخت کرتے ہیں۔ اپنے وابستگان کی تربیت کے لیے گھروں میں "مطالعۂ بائبل" کی کلاسوں کا اہتمام کرتے ہیں اور اس تربیت کو اپنے عوامی کام کے لیے بنیاد بناتے ہیں۔

یہوواہ وٹنسز کے اشاعت گھر بڑے پیمانے پر لٹریچر شائع کرتے ہیں۔ ان کی مطبوعات میں سب سے نمایاں اور ممتاز "دی واچ ٹاور میگزین" ہے۔ اس کی اشاعت ۷۲ زبانوں میں ۵۴ لاکھ سے زیادہ ہے۔ اسی طرح ایک دوسرا مجلہ اویک (Awake) ہے جس کی اشاعت ۲۶ مختلف زبانوں میں ہوتی ہے اور آج سے بارہ چودہ سال پہلے یہ اکیاون لاکھ پچاس ہزار کی تعداد میں شائع ہوتا تھا۔[18] یہوواہ وٹنسز کا لٹریچر ۱۶۰ سے زیادہ زبانوں میں دستیاب ہے۔

ایک بات یہ بھی اہم ہے کہ یہوواہ وٹنسز اپنا لٹریچر مفت تقسیم کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ ہر کتاب یا کتابچے کی برائے نام قیمت ضرور وصول کی جاتی ہے۔ لکھے ہوئے لفظ کے ساتھ ساتھ ریڈیو اور براڈکاسٹنگ اسٹیشنوں کے ذریعے بھی اپنا پیغام پھیلانے میں مصروف ہیں۔

حواشی و مراجع

۱- یہوواہ وٹنسز کے حد سے بڑھے ہوئے جذبۂ تبلیغ پر ایک اخبار نے کارٹون شائع کیا تھا جس میں ایک شخص کو اپنے گھر کا دروازہ بند کرتے ہوئے اور دوسرے کو تیزی سے ایک پاؤں دروازے کے اندر رکھتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ مفہوم یہ تھا کہ گھنٹی کی آواز سُننے پر جب گھر کے مالک نے دروازہ کھولا تو اُسے ایک یہوواہ وٹنس باہر کھڑا نظر آیا اور اُس نے اِس ناگہانی آفت سے پیچھا چھڑانے کے لیے فوراً دروازہ بند کرنے کی کوشش کی مگر یہوواہ وٹنس بھی ایسا ضدی ہے کہ وہ اپنا پیغام سنائے بغیر جانا نہیں چاہتا۔

۲- خروج ۲۰:۷

۳- شاہ جیمز کے دور میں کیے گئے انگریزی ترجمہ میں خروج ۶:۳، زبور ۸۳:۱۸، اور یسعیاہ ۱۲:۲۸ میں لفظ "یہوواہ" موجود ہے۔ اسی طرح کتاب مقدس [اردو نظر ثانی شدہ ترجمہ، ۱۹۶۲ء] میں بھی خروج ۶:۳ اور زبور ۸۳:۱۸ میں یہ لفظ آیا ہے۔

۴- یسعیاہ ۴۳:۱۰

۵- یسعیاہ ۴۴:۸

۶- جے۔ آسوالڈ سینڈرز Heresies: Ancient and Modern، لندن: مارشل، مارگن اینڈ سکاٹ لمیٹڈ (۱۹۵۳ء)، ص ۴۳

۷- ایضاً، ص ۴۴

۸- عبرانیوں کے نام ۱:۱-۳

۹- یوحنا ۱:۱

۱۰- کلسیوں کے نام ۱:۱۵-۱۷

۱۱- یوحنا ۱۰:۳۰

۱۲- یوحنا ۱:۱

۱۳- یوحنا کا پہلا عام خط ۵:۸

۱۴- یوحنا عارف کا مکاشفہ ۱۶:۱۶

۱۵- خروج: ۲:۴-۵

۱۶- ولیم۔ او۔ ڈگلس، بنیادی انسانی حقوق کا مسئلہ: امریکہ کے قانونِ حقوق کی روشنی میں (ترجمہ خضر تمیمی)، لاہور: مکتبہ میری لائبریری (۱۹۶۵ء)، ص ۵۲

۱۷- کلفٹن۔ ای۔ آمسٹیڈ، Religion in America: Past and Present، نیوجرسی: پرنٹس ہال (۱۹۶۱ء)، ص ۱۲۲

۱۸- ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی، پاکستان میں مسیحیت، لاہور: مسلم اکادمی (۱۹۷۹ء)، ص ۲۴۷

عالمی تبلیغ عیسائیت — مسلم دنیا کے لیے چار بڑے اقدامات

لوزان کمیٹی برائے عالمی تبلیغِ عیسائیت نے پیش گوئی کی ہے کہ ۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۰ء تک کے درمیانی عرصے میں لاطینی امریکہ، ہندوستان اور چین میں عوام بائبل کی طرف سب سے زیادہ رجوع کریں گے۔ اور ان خطوں میں تبلیغ کے اثرات بالترتیب ۵۰ فیصد، ۴۰ فیصد اور ۳۰ فیصد ہوسکتے ہیں۔

لوزان کمیٹی کے انٹر نیشنل ڈائریکٹر ریورنڈ ٹام ہوسٹن کو توقع ہے کہ بیسویں صدی کے آخری عشرے میں جنوبی، مشرقی اور وسطی افریقہ میں حالیہ سالوں میں چرچ کی حیرت انگیز ترقی اپنے عروج کو پہنچ جائے گی۔ ان کے خیال میں افریقہ کے غیر مسلم حصوں میں نئے عیسائیوں کی تعداد ایک کروڑ دس لاکھ تک پہنچ جائے گی۔ وہ کہتے ہیں کہ "نامساعد حالات کے باوجود یا ان حالات کی وجہ سے ان علاقوں میں چرچوں نے بہت زیادہ جدوجہد کی ہے اور اس کے نتیجے میں حیران کُن حد تک ترقی کی ہے۔" نیز "ترقی جاری رہے گی... کیونکہ ناگفتہ بہ حالات میں اُمید کا واحد عنصر چرچ ہیں۔"

ہوسٹن کی تصنیف "A Scenario Status of World Evengelization: 1991- 2000" (عالمی تبلیغ عیسائیت کا منظر نامہ، ۱۹۹۱ء - ۲۰۰۰ء) کے نام سے طبع ہونے کے لیے ترتیب و تدوین کے آخری مراحل میں ہے۔ یہ کتاب منرودیا (کیلی فورنیا) کے Missions Advance Research and Communication Centre (تبلیغی پیش رفت کے لیے مرکز تحقیق و اطلاعات) کی طرف سے شائع ہونے کی توقع ہے۔

اسلامی دنیا کا تجزیہ کرتے ہوئے جناب ہوسٹن اپنے منظر نامہ کو مشرقِ وسطیٰ، ترکی، مغربی ایشیا، شمالی افریقہ، برصغیر کے ممالک پاکستان اور بنگلہ دیش، مغربی افریقہ اور جزائر [ملائشیا وغیرہ] کے ذیلی خطوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ انڈونیشیا، ملائشیاء، جزائر کومورو، برونائی اور مالدیپ میں چرچ کے فروغ کے حوالے سے وہ اس یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ "آئندہ دس برسوں میں آبادی کے ۲۰ فیصد حصے کو عیسائی بنا لینے کا ہدف پورا کرلینا ممکن ہونا چاہیے۔ اِس کا مطلب ہے یہی کئی ۲ کروڑ ۴۰ لاکھ نئے عیسائیوں کا اضافہ۔"

دنیا کے دیگر اسلامی خطوں میں جہاں ۱۰ فیصد آبادی عیسائیت کی جانب لپک رہی ہے، افریقی ملکوں میں نائجیر، گی آنا، مالی، گیمبیا، سینیگال، گنی بساؤ، گھانا، ایوری کوسٹ، نائجیریا، برکی نافاسو، ایتھوپیا اور جنوبی سوڈان شامل ہیں۔ ان ممالک میں جناب ہوسٹن ۲ کروڑ ۳۰ لاکھ نئے عیسائیوں کی پیش

گوئی کرتے ہیں۔

تبلیغ عیسائیت سے متعلق ایک دوسری پیش رفت کے مطابق توقع کی جارہی ہے کہ ۲۰۰۰ء تک تمام دنیا نشریاتی رابطے کے ذریعے مقدس تعلیمات سننے کے قابل ہوجائے گی۔ نشریاتی کام میں مشغول اہم عیسائی اداروں نے ۱۹۸۵ء میں اپنے لیے یہ ہدف مقرر کیا تھا۔

نومبر ۱۹۹۱ء میں ممباسا (کینیا) میں آل افریقہ کانفرنس آف چرچز کا ایک سیمپوزیم منعقد ہوا تھا۔ اس میں ڈاکٹر مینکر اسایاس نے اپنے مقالے میں کہا تھا۔ "ذمہ داری کا تقاضا یہ ہے کرۂ ارض کے ہر مرد، عورت اور بچے کو یہ موقع فراہم کیا جائے کہ وہ اپنے ریڈیو سے اس زبان میں جسے وہ سمجھ سکتا ہے، یسوع مسیح کی تعلیمات سُنے تاکہ وہ مسیح کا پیروکار اور اس کے چرچ کا ذمہ دار رکن بن سکے۔" ڈاکٹر مینکر پہلے لوتھرن ورلڈ فیڈریشن (جنیوا) سے وابستہ تھے اور اب نیروبی میں قائم افریقہ چرچ انفارمیشن سروس سے بطور ایگزیکٹو ڈائریکٹر منسلک ہیں۔ توقع ہے کہ یہ منصوبہ جس کی طرف ڈاکٹر مینکر نے توجہ دلائی ہے، ۲۰۰۰ء تک مکمل ہوجائے گا۔

ڈاکٹر مینکر نے چار بڑے اقدامات کا ذکر کیا ہے، جن کے ذریعے یہ منصوبہ روبہ تکمیل پہنچے گا۔

۱۔ دنیا بھر میں عیسائیت پھیلانے کے لیے بیپٹسٹ فرقے کے لوگوں کی حکمتِ عملی جسے انھوں نے The Bold Mission Thrust (جرأت مند مشن کی پیش قدمی) کا نام دیا ہے۔

۲۔ برکتوں سے بھرے اقدامات

۳۔ کیتھولک چرچ کی عالمی نشریاتی مہم "تبلیغ عیسائیت ۔۔۔ ۲۰۰۰ء" جو ۲۰۰۰ء کو کرسمس کے روز اپنے نقطۂ عروج پر ہوگی۔

۴۔ "مشن ۔۔ ۲۰۰۰ء" جس کا تعلق امریکہ میں قائم تنظیم "مرکز برائے عالمی مشن" سے ہے۔ (بہ شکریہ فوکس لیسٹر، دسمبر ۱۹۹۲ء)

بنگلہ دیش

تبلیغِ عیسائیت کے موضوع پر سیمینار

ہزارۂ سوم (۲۰۰۱ء-۳۰۰۰ء) میں بنگلہ دیش میں تبلیغِ عیسائیت کو درپیش چیلنج کے موضوع پر جیسور میں گذشتہ سال نومبر میں ایک سیمینار منعقد ہوا۔ شرکاء نے دوسرے مذاہب کے ساتھ مکالمے اور مسیحی Incultration کے درمیان روابط پر غور و فکر کیا۔ نیز ناانصافی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے معاملات پر چرچ کے کردار پر گفتگو کی۔ اس ضمن میں ایک مشنری ایسوسی ایشن کی تشکیل کا مشورہ دیا گیا اور اس امر پر اتفاق کیا گیا کہ مشن سازی ایک مسلسل عمل ہے۔ شرکاء نے دینیاتی مدارس اور چرچ کے دیگر اداروں میں امن و انصاف کی تعلیم کو شامل کیے جانے سے بھی اتفاق کیا۔
(اکیومینکل پریس سروس بحوالہ فوکس، لیسٹر۔ دسمبر ۱۹۹۲ء)

پاکستان

عالمی صورتِ حال کا جائزہ —— ایک مسیحی صحافی کے قلم سے

[پندرہ روزہ "کاتھولک نقیب" (لاہور) اپنے مستقل کالم "دوسرا رخ" میں عالمی اور ملکی سیاست پر اپنا نقطۂ نظر پیش کرتا ہے۔ ۱۶ تا ۲۹ فروری ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں عالمی صورتِ حال پر جناب مدیر نے حسبِ ذیل خیالات کا اظہار کیا۔]

"۱۹۹۲ء کا آغاز دنیا بھر کے لیے ایک ہنگامہ خیز اور انقلابی تبدیلیوں کا پیامبر بن کا رونما ہوا۔ امریکہ جو کہ عرصہ دراز سے دنیا بھر کا چوہدری بننے کا عزم لیے ایسا کردار ادا کر رہا تھا کہ حیاتِ اقوامِ عالم کو بازیچۂ اطفال بنا دے۔ اس مقصد کے لیے اس نے نیو ورلڈ آرڈر کے نام پر اپنی خواہشات کو عملی طور پر پورا کرنے کا جو خواب دیکھا، وہ سوویت یونین کی توڑ پھوڑ کی وجہ سے کسی حد تک پورا ہو گیا ہے۔ اب امریکہ کو پورا یقین ہو گیا ہے کہ روس کی جمہوریاؤں کی آزادی کے بعد اُن کی دولت مشترکہ قائم ہو جانے کے باوجود اس کی طاقت اور وقعت سابقہ سوویت یونین کی سی نہیں رہے گی اور نہ ہی یلسن کی وہ قوت اور حوصلہ ہو گا کہ وہ امریکہ کے جارحانہ عزائم کے خلاف جارج بُش کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔

جارج بُش اقوامِ متحدہ کی امریکہ نوازی کی بدولت اپنی کئی کامیابیوں پر خوش ہیں۔ کویت کی

حمایت میں عراق پر جنگ مسلط کرنے اور اسے پسپا کرنے کا کریڈٹ لینے کے باوجود جارج بُش امریکہ کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال سے پریشان ہیں۔ ان کی پریشانی کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی مقبولیت کا گراف دن بہ دن گر رہا ہے اور آئندہ انتخابات سے پیشتر ہی ان کے خلاف مظاہرے بھی شروع ہو چکے ہیں۔ وہ جاپان مذاکرات کے دوران دل کا دورہ پڑنے کے باوجود کچھ اقتصادی سہولتیں حاصل کر سکے لیکن یہ کوئی بہت بڑی کامیابی نہیں۔ جارج بش اپنی گرتی ہوئی مقبولیت کے پیشِ نظر لیبیا پر حملہ کے لیے ایسی ہی منصوبہ بندی کرے گا جیسی اس نے عراق کے خلاف کی تھی۔ گورباچوف نے تخفیفِ اسلحہ اور ایٹمی عدم پھیلاؤ کے لیے جو معاہدہ امریکہ سے کیا تھا، اس پر عمل درآمد کے باوجود اس کی آزاد ریاستوں کے پاس اب بھی میزائل اور ایٹمی اسلحہ بھاری مقدار میں موجود ہے جس پر یلسن کو مکمل کنٹرول حاصل نہیں ہے۔

کسی قسم کے متوقع خطرات سے بچنے کے لیے امریکہ کو نئے سرے سے کوششوں اور نئے پائیدار معاہدوں کی ضرورت ہوگی۔ سوویت یونین کا خلاپُر کرنے کے لیے چین نے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ اس مقصد کے لیے اس نے انڈونیشیا، سنگاپور اور سعودی عرب کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کر لیے ہیں اور اس سال کے آخر تک جنوبی افریقہ کے ساتھ بھی تعلقات قائم کر لے گا۔ چین کی جنوبی کوریا کے ساتھ تجارت روز بروز بڑھ رہی ہے اور یورپ کے ساتھ تعلقات معمول پر آ گئے ہیں۔ چین پاکستان اور شام کو ایٹمی میزائل فروخت کرنے کے سلسلے میں امریکی دھمکیوں کو بھی خاطر میں نہیں لایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ چین نے امریکہ کے مدّمقابل نئی عالمی طاقت بن کر ابھرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ادھر عراق کے صدر صدّام حسین ایک جنگی طاقت بننے کے لیے سرگرم عمل ہو گئے ہیں۔ اپنے اس عزم کے حق میں انہوں نے کہا۔ "ایک مضبوط ملک کو مضبوط فوج کی ضرورت ہوتی ہے۔" بغداد میں مواصلاتی مرکز کا افتتاح کر کے اس بات کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔ غالباً امریکہ بھی اس سے بے خبر نہیں۔ شاید اس لیے اس نے تیسری دُنیا کے ممالک کی امداد سے ہاتھ کھینچ کر نئی صورتِ حال کے لیے غور و خوص اور عمل شروع کر دیا ہے۔ پاکستان چین دوستی سے بخوبی آگاہی کی وجہ سے امریکہ نے بھارت سے نیا جنگی معاہدہ کر لیا ہے اور بھارت اسرائیل سفارتی تعلقات بھی شاید امریکہ بھارت تعلقات کی ہی ایک کڑی ہیں۔ ان تعلقات کی روشنی میں پریسلر ترمیم کے ذریعے پاکستان کو امریکی امداد روک دی گئی ہے۔ یوں پاکستان بیرونی سازش کا شکار ہو کر رہ گیا ہے...."

طریق انتخاب کا مسئلہ

[عالم اسلام اور عیسائیت کے شمارہ بابت دسمبر ۱۹۹۱ء میں جوشوا فضل الدین اور بعض دوسرے رہنماؤں کے حوالے سے طریقِ انتخاب کے مسئلے پر گفتگو کی جا چکی ہے۔ طریقِ انتخاب کے مسئلے پر ذیل میں دو مسیحی رہنماؤں --- بشپ الیگزینڈر جان ملک اور لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈبلیو۔ ہربرٹ

کے خیالات پیش کیے جاتے ہیں۔ بشپ الیگزینڈر جان ملک معروف مذہبی رہنما ہیں اور جناب لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈبلیو۔ ہربرٹ سابق اقلیتی رکن قومی اسمبلی و وفاقی پارلیمانی سیکرٹری برائے دفاع ہیں۔]

بشپ الیگزینڈر جان ملک

"یہ [طریق انتخاب] ایک ایسا معاملہ ہے جس پر ہماری قوم منقسم ہے۔ کچھ لوگ اس کے حق میں اور کچھ اس کے مخالف ہیں۔ جہاں تک نمائندوں کی بات ہے جو قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں وہ تو اس لیے جداگانہ طرزِ انتخاب کی حمایت کرتے ہیں کیوں کہ اس کے بغیر وہ اسمبلی میں آ ہی نہیں سکتے۔ لیکن ہم مشترکہ یا ایک ہی طریقِ انتخاب کی حمایت کرتے ہیں کیوں کہ ہم خود کو اور مسلمانوں کو الگ الگ نہیں سمجھتے۔ ہم ایک ہی قوم ہیں، ہمارے بیلٹ بکس علیحدہ نہیں ہونے چاہییں۔ انہوں نے اب اس قوم کو امتوں میں تقسیم کر دیا ہے جو کہ قومی وحدت کے لیے نقصان دہ بات ہے۔ تقسیم سے پہلے مسلمانوں نے جداگانہ طرزِ انتخاب مانگا تھا کیوں کہ انہیں تو پاکستان قائم کرنا تھا لیکن ہمیں تو اور کوئی پاکستان نہیں بنانا۔ ہمیں تو اسی پاکستان میں رہنا ہے۔ ہمارے نزدیک جداگانہ طرزِ انتخاب پسندیدہ نہیں ہے۔ لیکن دوسری جانب یہ بھی تو بات ہے کہ مشترکہ طریقِ انتخاب میں ہمارا امیدوار چاہے کتنا ہی اچھا اور قابل کیوں نہ ہو، وہ آگے نہیں آ سکتا اور اس کے مقابلے میں کوئی بھی ان پڑھ شخص کامیاب ہو جائے گا۔"

مزید وضاحت کرتے ہوئے جناب ملک نے کہا کہ

"جنرل ضیاء الحق نے جداگانہ طرزِ انتخاب ایک مخصوص اسلامی نقطۂ نظر رکھنے والے طبقے کے کہنے پر متعارف کروایا تھا، جس کا خیال ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، لہٰذا یہاں پر غیر مسلموں کو کاروبار حکومت سے باہر رکھا جانا چاہیے۔ ہم اسے بنیادی طور پر غلط کہتے ہیں کیونکہ شہریت مذہبی بنیادوں پر نہیں ہوتی کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو آج سارے مسلمان پاکستانی ہوتے۔ شہریت جغرافیائی [حقیقت] اور آئین کو ماننے کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اس لیے ہم سب برابر کے شہری ہیں اور اگر پاکستان غلط راستے پر چل رہا ہے تو میرا بھی یہ حق ہے کہ میں یہ کہوں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں میری ایک تجویز ہے کہ ہمیں عام انتخاب میں بھی ووٹ کا حق حاصل ہو اور جب کوئی عیسائی امیدوار آئے تو اس وقت بھی ہمیں یہ حق حاصل ہو کہ ہم اسے منتخب کر سکیں اور اس امیدوار کو بھی مسلمان اور عیسائی اکٹھے ہی ووٹ دیں تاکہ ہمارے کچھ نمائندے اسمبلیوں میں پہنچ سکیں۔" (روزنامہ پاکستان، لاہور ــــ ۲۱ دسمبر ۱۹۹۱ء)

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈبلیو۔ ہربرٹ

"کوئی کہتا ہے کہ موجودہ طریقہ کار اپنے ووٹ اپنی جماعت کو دینا [درست ہے] کوئی کہتا ہے، نہیں ہمیں ڈبل ووٹنگ کا حق ہونا چاہیے۔ جس میں ہم اپنے مسلم بھائیوں کو ووٹ دے کر پاکستان کی

بڑی بہتی ہوئی دھارا کے بہاؤ میں اپنے مسلم بھائیوں کے ساتھ پیش قدمی کریں۔ ہر ایک کو اپنی رائے دینے کا حق ہے۔ درحقیقت اسی کو جمہوریت کہتے ہیں، لیکن رائے جذباتی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہونی چاہیے اور یہ رائے وقت کے ساتھ ساتھ تیزی سے بدلتی ہوئی انسانی فطرت اور معاشرے کے مطابق ہونی چاہیے۔ ڈبل ووٹنگ سسٹم منطقی طور پر تو ایک قومی نظریہ کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ قابلِ عمل نہیں کیوں کہ ڈبل ووٹنگ سسٹم سے مسیحیوں کو آزادی سے اپنے ووٹ اپنوں کو کیا غیر مسیحیوں کو دینے کا حق بھی ختم ہو جائے گا۔ میری اس رائے کا خلاصہ یوں ہے۔

۱۔ نوے فیصد ہمارے مسیحی بھائی گاؤں یا شہروں میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ہاں یا تو مزارع ہیں یا ملازم ہیں۔ خاص طور پر دیہاتوں میں تو یہ لوگ پاکستان کے وجود میں آنے سے آج تک ان ہی کی زمینوں پر بیٹھے اور بستے ہیں۔ لہٰذا آزادی یا جمہوریت کی بات اپنی جگہ لیکن انہیں ووٹ اپنے ہی جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو دینے ہوں گے۔ اگر کسی نے کوئی اور روّیہ اختیار کرنے کی کوشش کی تو ان کے گھروں کو بل ڈوز کر دیا جائے گا یا ان کی ملازمت ختم ہو جائے گی۔ یہاں میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ روّیہ کسی مذہبی تعصّب یا برادری کے نظریے کی وجہ سے نہیں بلکہ فقط اور فقط اس لیے ہے کہ وقت کے ساتھ تیزی سے بدلتے ہوئے معاشرے میں محض دولت اور مادیت عروج پر ہے اور یہ روّیہ اب انسانی فطرت میں سما گیا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہر مذہب اور عقیدے کے لوگوں پر یکساں اثر انداز ہوتی ہے۔

۲۔اس طرح زیادہ خطرناک صورت یہ ہو جائے گی کہ جب ہمارے نمائندوں کو اپنی برادری کے لوگوں کے ووٹوں کی ضرورت ہوگی تو پھر ہمیں ووٹ لینے کے لیے مسیحی بھائیوں کے پاس نہیں بلکہ ان ہی جاگیرداروں یا سرمایہ داروں کے پاس جانا ہوگا اور اس کا فیصلہ وہ یوں کریں گے کہ ووٹ اُس مسیحی نمائندے کو دیے جائیں جو انہیں ڈسٹرکٹ کونسل چیئرمین شپ یا ان کی پارٹی کے نمائندوں کو اسی طرح دوسرے اداروں کے لیے اپنے ووٹ دینے کا عہد کریں۔ یہ میری محض منطقی سوچ نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ اس طرح مسیحیوں کے ووٹ کی آزادی کا گلا گھونٹنے کے ذمہ دار ہم خود ہوں گے۔ جب کہ ہم کو یہ حق، جہاں تک تاریخ دیکھی جا سکتی ہے، پہلی بار اسلامک ری پبلک آف پاکستان نے ہی دیا ہے۔

ہاں ہمیں قومیت کی بہتی ہوئی بڑی دھارا سے جا ملنے کا بڑا شوق تو ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ اس کوشش میں ہماری جماعت کے چھوٹے چشمے کی دھارا سکڑ کر سوکھ جاتی ہے اور یوں ہمارا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے تو پھر کیسے کسی بڑی دھارا سے ملنے کا سوال پیدا ہوتا ہے؟ یہ میری اپنی سوچ نہیں ہے۔ کیا یہ قدرت کا بنیادی اصول نہیں ہے؟ میری اپنی سوچ یہ ہے کہ ہم جس طرح اپنی چھوٹی سی صاف ستھری بہتی ہوئی دھارا سے پاکستان کی سرزمین کو تاریخی طور پر سیراب کر رہے ہیں۔ اس کی مثال شاید دنیا میں کم ملے۔ ہمیں اپنی غربت کے باوجود فخر ہے کہ ہماری قومی خدمت پاکستان کی ہر دیگر جماعت سے بلکہ درحقیقت نسبتاً اکثریت سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ جو عوام اور خدا دونوں کی نظر میں مقبول ہے۔

اس چھوٹی سی دھارا کے کنارے لگائے ہوئے درخت ایسے ہیں جن کے پتے مُرجھاتے نہیں، جو بارہ مہینوں میں بارہ قسم کا پھل دیتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ غریب جماعت کو زندہ رکھنے کے لیے موجودہ طریقہ کار درست ہے، یہ میرا کوئی سیاسی بیان نہیں ہے بلکہ ایک کُھلی ہوئی حقیقت ہے۔

(پندرہ روزہ شاداب، لاہور۔ ۱۶ تا ۳۱ دسمبر ۱۹۹۱ء، ص ۱۹)

مسیحی تشخص کا فروغ — تجاویز

[فادر جوزف ارشد کا مقالہ "پاکستان میں مسیحی تشخص کی جدوجہد" گذشتہ چند ماہ سے پندرہ روزہ "کاتھولک نقیب" (لاہور) میں شائع ہو رہا تھا۔ اس کی آخری قسط میں فاضل مقالہ نگار نے مسیحی تشخص کے فروغ کے لیے حسبِ ذیل تجاویز پیش کی ہیں۔]

۱۔ میڈیا کا استعمال بہت مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی طرح غیر نصابی تعلیم، کیسٹس، میلے، رسائل اور اخبارات بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

۲۔ زیادہ سے زیادہ ایسی تنظیموں کو وجود میں لانا جہاں مسلم اور مسیحی باہم مل کر انسانیت کی ترقی کے لیے کام کریں۔

۳۔ مختلف مسیحی تنظیموں اور مزدور یونینوں کا آپس میں متحد ہونا ضروری ہے۔

۴۔ چوں کہ بہت سے تعلیمی ادارے قومی تحویل میں لے لیے گئے ہیں۔ اس لیے نئے اسکول کھولنے کی ضرورت ہے اور مسیحی تعلیم پر زور دینے کی اشد ضرورت ہے۔" (پندرہ روزہ کاتھولک نقیب، لاہور۔ ۱۶ تا ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء)

غیر ملکی مشنریوں نے لاہور میں کروڑوں کی مسیحی املاک فروخت کردیں

پاکستان نیشنل کرسچن لیگ کے صدر جیمز صوبے خان نے لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ دائر کی جس میں "انہوں نے کہا کہ ۱۰ فروری ۱۹۹۲ء کو مسیحی تنظیم کے سربراہ کی حیثیت سے [انہوں نے] ڈپٹی کمشنر لاہور کو ایک درخواست میں نشان دہی کی تھی کہ حکومتِ پنجاب کی پابندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر ملکی مسیحی مشنریوں نے لاہور میں مختلف مقامات پر واقع کروڑوں روپے کی مسیحی جائداد اور املاک فروخت کر دی ہیں، ایسا کرنے والوں کا محاسبہ کیا جائے اور ان افراد سے یہ املاک یا ان کی قیمت وصول کی جائے، مگر ڈپٹی کمشنر نے مؤثر کارروائی کرنے کی بجائے درخواست پر لکھ دیا کہ درخواست دہندہ کسی سول عدالت سے رجوع کرے۔"

جیمز صوبے خان نے اپنی رِٹ میں لاہور ہائی کورٹ سے درخواست کی ہے کہ "ڈپٹی کمشنر اپنے منصب کے اعتبار سے درخواست دہندہ کی درخواست کا نوٹس لینے اور اس پر کارروائی کرنے کا پابند ہے، اسے اپنا قانونی فرض ادا کرنے کا حکم دیا جائے۔"

رٹ درخواست کے ساتھ جیمز صوبے خان نے اس مراسلے کی نقل بھی لگائی جو ۱۰ فروری کو ڈپٹی کمشنر لاہور کو لکھا تھا اور اس میں فروخت شدہ جائداد کی تفصیل دی گئی تھی۔

لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس مسٹر جسٹس تنویر احمد خان نے درخواست دہندہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی شکایت کے ازالے کے لیے بورڈ آف ریونیو سے رجوع کریں۔ (روزنامہ پاکستان، لاہور - ۱۶ فروری ۱۹۹۲ء)

قومی شناختی کارڈ میں مذہب کا اندراج

[ملک کے بعض مذہبی حلقوں کی جانب سے یہ مطالبہ کافی عرصے سے کیا جارہا ہے کہ قومی شناختی کارڈ میں مذہب کا اندراج ہونا چاہیے۔ کچھ عرصے پہلے عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے سربراہ مولانا خان محمد نے گوجرانوالہ میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے یہ مطالبہ پھر دہرایا۔ ماہنامہ "الشریعہ" (گوجرانوالہ) نے اس سلسلے میں اپنے اداریے میں لکھا کہ:

"تحریکِ ختمِ نبوت کی طرف سے یہ مطالبہ ایک عرصہ سے کیا جارہا ہے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے دستوری فیصلہ اور ملک میں جداگانہ الیکشن کی بنیاد پر غیر مسلموں کو ووٹ اور سیٹیں الگ کر دینے کے فیصلے کے بعد ان فیصلوں پر موثر اور صحیح عمل درآمد کا منطقی تقاضا تھا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کر کے ہر شہری کی مذہبی حیثیت کا تعین کر دیا جائے تاکہ کسی قسم کا اشتباہ اور ابہام باقی نہ رہے۔ حکومتی حلقوں کی طرف سے اس سے قبل یہ عذر پیش کیا جاتا رہا ہے کہ پورے ملک میں از سرِ نو شناختی کارڈوں کا اجراء بہت مشکل ہے لیکن گذشتہ دنوں وفاقی وزیر داخلہ کا یہ اعلان سامنے آیا کہ پورے ملک میں نئے کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ تمام شہریوں کو از سرِ نو جاری کیے جارہے ہیں۔ اس لیے ظاہر بات ہے کہ اب تحریکِ ختمِ نبوت کے اس جائز، معقول اور ناگزیر مطالبہ کو قبول کرنے میں کوئی عملی رکاوٹ باقی نہیں رہی اس لیے ہم عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے سربراہ کے اس مطالبہ کی حمایت کرتے ہوئے وفاقی حکومت سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس پر سنجیدگی سے توجہ دے گی اور نئے شناختی کارڈ کے ڈیزائن کو حتمی شکل دینے سے پہلے اس کے بارے میں مثبت فیصلہ ہوجائے گا۔" (جنوری ۱۹۹۲ء)

اس کے ساتھ ہی عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے ایک وفد نے صدر پاکستان جناب غلام اسحاق خان صاحب سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کی جو رپورٹنگ اخبارات میں شائع ہوئی۔ اس پر مسیحی صحافی جناب فیروز کنول کا نقطۂ نظر ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔]

گذشتہ دنوں صدرِ پاکستان نے عالمی مجلسِ ختمِ نبوت کے وفد کے قائد اور جمعیت علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل سینیٹر حافظ حسین احمد کے مطالبہ پر یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور آئین کی رُو سے مسلم تشخص بھی قومی تشخص کے ساتھ ضروری ہے لہذا قومی شناختی کارڈ